روضۃ الناظر وجنۃ المناظر پر ایک تحقیقی نظر

حافظ حامد حماد*

محمود الاحمد**

Usool-e-Fiqh is the basic and important part of the Islamic studies. Islamic Scholars find the solution of non quoted problems of modern era in the light of Usool-e-Fiqh. It is as old as the Islam because it is used a lot of times by Prophet`s Companions. At that time, it was not compiled but presented in the form of sayings and fatawas of the Prophet`s Companions. Imam Shafi is the pioneer who had compiled it and later on, a number of Islamic scholars had also continued it progressively. Al-Roza al-Nazir by Ibn-e-Qudama is one of the well reputed compilations of Usool-e-Fiqh. In this article, it is tried to provide the review of this book.

دین اسلام ایک مکمل نظام زندگی ہے۔ یہ قیامت کی دیواروں تک ہر طبقے کے لوگوں کے لیے راہنمائی فراہم کرتا ہے۔ اور یہ اللہ کا فضل واحسان ہے کہ اس نے انسانوں کو ان کے احوال پر نہیں چھوڑ دیا کہ وہ خود اپنے خطوط زیست کا تعین کریں۔ انھیں ذہانت وفطانت اور عقل و خرد کے خرتے سے نوازا گیا مگر وہ کامل واکمل نہیں۔ ان کے علم وعقل کے نامکمل ہونے کی اتنی دلیل ہی کافی ہے کہ ایک ہی چیز کو بعض لوگ اچھا کہتے ہیں اور بعض برا۔ بلکہ بعض اوقات ایک ہی شخص کسی چیز کو اچھا کہتا ہے اور وقت گزرنے کے بعد اسی چیز کو وہ خود برا کہنے لگتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ نے انسانوں کی رشد و ہدایت کے لیے انبیاء کو مبعوث کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی اور رسول بنا کر بھیجا۔ اب انبیاء کے وارث علماء کی یہ ذمہ داری ہے کہ پیش آمدہ مسائل کا حل شریعت محمدیہ کی روشنی میں تلاش کریں۔ ارشاد باری تعالی ہے:

وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَىٰ أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنبِطُونَهُ مِنْهُمْ[1]

"اگر وہ اپنے تنازعات کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے یا اپنے میں سے صاحبان امر کے حوالے کر دیتے تو ان میں سے جو لوگ استنباط کی صلاحیت رکھتے ہیں، اس کی حقیقت بھی جان لیتے۔"

* لیکچرر، شعبہ علوم اسلامیہ، جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد۔

** پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور۔

امام شوکانی رحمہ اللہ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ مجتہد علماء کی یہ ذمہ داری ہے کہ جن مسائل میں معین شرعی نص وارد نہیں ہوئی، وہ وہاں شریعت کے قواعد و مقاصد اور لغت عربی کے مطابق فیصلہ کریں۔[2]

دور نبوی میں تو ان قواعد و ضوابط کی ضرورت نہ تھی کہ صاحب شریعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود موجود تھے۔ صحابہ کرام ان سے رجوع فرمالیتے تھے۔ عہد صحابہ میں بھی اس کی چنداں ضرورت نہ تھی کیوں کہ وہ سرچشمہ شریعت و ہدایت سے براہ راست فیض یاب ہوئے تھے۔ وہ آیات واحادیث کے پس منظر سے آشنا اور عربی زبان کی لغوی باریکیوں سے واقف تھے۔ اس کے باوجود ایک دوسرے سے رجوع فرمایا کرتے تھے۔ جیساکہ خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ لوگوں سے پوچھا کرتے تھے کہ فلاں مسئلہ در پیش ہے، کسی کو اس سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی فیصلہ یاد ہو تو بتلائے۔[3]

ایسا ہی معاملہ بہت سے دیگر صحابہ سے بھی مروی ہے۔ اگر انھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی فیصلہ یا حدیث نہ ملتی تو قواعد اصولیہ کے مطابق خود فیصلہ فرماتے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض مسائل میں ان کے مابین اختلاف واقع ہوا۔ ان قواعد اصولیہ کو بعد میں اصول فقہ کا نام دیا گیا۔ اہل علم ان قواعد اصولیہ سے استفادہ کرتے تھے مگر یہ ابھی باقاعدہ مدون و مرتب نہیں ہوئے تھے۔ جیساکہ امام رازی لکھتے ہیں:

"لوگ امام شافعی رحمہ اللہ تعالی سے پہلے بھی اصول فقہ کے مسائل پر گفتگو کیا کرتے تھے مگر ان کے پاس دلائل شرع کی معرفت کے لیے کوئی کلی قانون نہ تھا۔"[4]

اس فن میں امام شافعی رحمہ اللہ کی الرسالہ پہلی کتاب ہے۔ اس کے بعد مختلف اہل علم نے اس موضوع اور فن پر قلم اٹھایا۔ روضۃ الناظر وجنۃ المناظر اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ یہ کتاب حنبلی اصول فقہ کی مشہور کتب میں سے ایک ہے۔ اس کے مؤلف حنبلی فقہ کے معروف عالم ابن قدامہ المقدسی ہیں۔ یہ صرف فقہ حنبلی ہی کے عالم نہیں بلکہ عالم اسلام کے عظیم مفکر بھی ہیں۔ ان کی علمی خدمات ہمہ پہلو ہیں۔ وہ نہ صرف فقہ واصول فقہ کے ماہر تھے بلکہ تفسیر و حدیث کے بھی امام تھے۔ علم وراثت میں یگانہ روزگار تھے۔ علم حساب، نجوم اور منازل میں انھیں دسترس حاصل تھی۔ جیساکہ حافظ ضیاء کہتے ہیں:

"کان الموفق اماما فی القرآن و تفسیرہ، اماما فی الحدیث و مشکلاتہ، اماما فی الفقہ بل اوحد زمانہ فی ، اماما فی علم الخلاف ، اماما فی الفرائض ، اماما فی اصول الفقہ ، اماما فی النحو، اماما فی الحساب، اماما فی النجوم السیارۃ و المنازل۔"[5]

حافظ ضیاء مقدسی اور امام ذھبی رحمہما اللہ کی امام موصوف کی سیرت پر لکھی گئی مستقل تصانیف کا ذکر ملتا ہے۔

فقہ اور اصول فقہ میں تو آپ کو اس قدر مہارت حاصل تھی کہ ایک لمبے عرصے تک آپ جیسا ماہر فن شخص دکھلائی نہیں دیتا۔ منقول و معقول کے امام، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ آپ کی جلالت علمی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ 'امام اوزاعی کے بعد ارض شام میں ابن قدامہ سے بڑھ کر کوئی فقیہ داخل نہیں ہوا۔[6]

آپ کے پاس صرف معلومات ہی کا خزانہ نہ تھا بلکہ آپ عمل کی دولت سے بھی بہرہ ور تھے۔ ورع و زہد آپ میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ آپ حسن اخلاق اور جود و سخا کے پیکر تھے۔ تواضع، انکساری اور مساکین سے محبت آپ کی فطرت ثانیہ تھی۔ دنیا کو پرکاہ کی حیثیت بھی نہ دیا کرتے تھے۔ ان ہی اوصاف و کمالات کی بنا پر سبط بن الجوزی آپ کے بارے میں رقم طراز ہیں:

"من راہ کانما رای بعض الصحابۃ وکان النور یخرج من وجھہ"[7]

"جس نے امام موصوف کو دیکھا، اس نے گویا صحابہ کو دیکھ لیا۔ یوں محسوس ہوتا کہ آپ کے چہرے سے نور پھوٹ رہا ہو۔"

آپ کا مکمل نام ابو محمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ المقدسی ہے۔ آپ خانوادۂ عمر فاروق سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپؒ نابلس کی کسی بستی میں شعبان 541ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے ہی علاقے حاصل کی۔ بعد ازاں حفظ قرآن کے لیے دمشق تشریف لے گئے۔ دیگر متون کے ساتھ ساتھ وہاں حنبلیہ کا مختصر متن" مختصر ا لمزنی" زبانی یاد کیا۔ یہی وہ متن ہے جس کی ایک ضخیم شرح المغنی کے نام سے آپؒ نے کی۔ شیخ عبد القادر جیلانی جیسی جلیل القدر شخصیات سے آپ نے استفادہ کیا۔ عظیم

المرتبت اساتذہ سے کسب فیض کی بناپر ان کی علمی وروحانی فیوض وبرکات نہ صرف آپ کی اپنی زندگی میں نمایاں ہیں بلکہ آپ کے حلقہ تلمذ میں داخل ہونے والے لوگوں میں بھی صاف نظر آتی ہیں۔[8]

فقہ میں حنبلی المذہب تھے۔بلکہ اس مذہب کے ائمہ میں سے تھے۔المغنی،المقنع اور الکافی حنبلی فقہ میں آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔ان کے علاوہ حسب ذیل تالیفات آپ نے رقم فرمائیں:

عقائد میں:

1۔الاعتقاد 2۔ذم التاویل

3۔جواب مسئلۃ وردت من صرخد فی القرآن

4۔کتاب القدر 5۔رسالۃ فی مسالۃ العلو 6۔مسالۃ فی تحریم النظر

7۔رسالۃ الی الشیخ فخر الدین ابن تیمیۃ فی تخلید اہل البدع فی النار

8۔لمعۃ الاعتقاد الھادی الی سبیل الرشاد، مکتبۃ دار البیان، دمشق۔ اس میں آپ نے اہل سنت کے اعتقادات کو بیان کیا ہے۔

اصول فقہ میں روضۃ الناظر فی جنۃ المناظر آپؒ کی وقیع علمی تصنیف ہے۔

جبکہ فقہ میں آپ کی درج ذیل تصنیفات ہیں:

1۔المغنی شرح مسائل الخرقی 2۔المقنع 3۔مناسک الحج

4۔عمدۃ الاحکام 5۔مختصر الھدایۃ لابی الخطاب

6۔رسالۃ فی المذاھب الاربعۃ 7۔فقہ الامام

8۔فتاوی ومسائل منثورۃ 9۔مقدمۃ فی الفرائض

10۔الکافی۔یہ کتاب مذہب حنبلیہ پر لکھی جانے والی کتب میں سب سے بہترین کتاب ہے۔اس میں آپ اختیارات حنبلیہ کی طرف اشارہ بھی کر دیتے ہیں۔

فضائل واخلاق میں:

1۔فضائل الصحابۃ 2۔فضائل العشرۃ المبشرین بالجنۃ

3۔فضائل عاشورائ 4۔کتاب التوابین 5۔کتاب الرقۃ والبکائ

6۔کتاب الزھد 7۔ذم الوسواس 8۔کتاب المتحابین فی اللہ

تاریخ وانساب میں:

1۔الاستبصار فی نسب الانصار

2۔التبیین فی نسب القرشیین

ان کے علاوہ

1۔البرھان فی مسالۃ القرآن 2۔قنعۃ الاریب فی الغریب

3۔مختصر علل الحدیث[9]

اسالیب اصول فقہ:

روضۃ الناظر وجنۃ المناظر اصول فقہ کی معروف کتاب ہے۔ذیل میں اصول فقہ کے اسالیب بیان کرنے کے بعد روضہ کے منہج واسلوب کا جائزہ لیا جاتا ہے۔اصول فقہ کے مشہور اسالیب اور مناہج تین ہیں۔

1۔ منہج المتکلمین 2۔ منہج الحنفیۃ 3۔ منہج الجمع

منہج المتکلمین:

اس میں اصولی مسائل اور قواعد کو منطقی بنیادوں پر طے کر لیا جاتا ہے قطع نظر اس بات سے کہ ان اصولی اور اساسی قواعد سے کون کون سے مسائل اخذ ہوں گے۔اپنے موقف کے ثبوت اور تقویت کے لیے اور دوسرے موقف کی تردید اور کمزوری بیان کرنے کے لیے یہ طریقہ کار علماء کلام نے اختیار کیا تھا اور اس سے مشابہت کی بنا پر اصول فقہ میں بھی اس منہج کو منہج المتکلمین کہا جانے لگا۔

کتب:

1۔ قاضی عبد الجبار الھمذانی کی العمد 2۔ابوالحسین البصری کی المعتمد

3۔امام جوینی کی البرھان، 4۔امام غزالی کی المستصفی

5۔امام رازی کی المحصول 6۔امام آمدی کی الاحکام

یہ اس منہج کی مشہور کتب ہیں۔

منہج الحنفیۃ:

اصول فقہ کے اس منہج میں اصول سازی بایں طور کی جاتی ہے کہ فروعات پر زد نہ پڑے۔ یعنی فروع کو نظر میں رکھتے ہوئے اصول و قواعد منضبط کیے جاتے ہیں۔ چوں کہ بہت ساری فروع کو یاد رکھنا مشکل ہوتا تھا تو اس طریقے کے مطابق اصول ذہن نشین ہو جانے سے گویا فروع یاد ہو جاتی تھیں۔

کتب:

1۔امام کرخی کا رسالہ　　　　2۔امام جصاص کی اصول فقہ

3۔امام بزدوی کی کنز الوصول،　　　　4۔امام سرخسی کے اصول

5۔امام نسفی کی منار الانوار وغیرہ اصول فقہ کے اس منہج کی مشور کتب ہیں۔

منہج الجمع:

اس منہج نے ساتویں صدی ہجری میں جنم لیا۔ اس منہج کے تحت ایک اصول کو منطقی بنیادوں پر طے کیا جاتا ہے اور پھر اس سے اخذ ہونے والی فروع کا فقہاء کی فروع سے مقارنہ کیا جاتا ہے۔ پھر مقارنہ کے بعد اصول ترجیح کی روشنی میں مناقشے کے بعد کسی ایک کو راجح قرار دے دیا جاتا ہے۔

کتب:

1۔ قاضی عبید اللہ کی التنقیح اور التوضیح　　　　3۔امام سبکی کی جمع الجوامع

4۔امام ابن الھمام کی التحریر،　　　　5۔علامہ محب الدین بہاری کی مسلم الثبوت

6۔علامہ عبد العلی کی فواتح الرحموت اس منہج کی مشور کتب ہیں۔

اسلوب روضۃ الناظر:

امام ابن قدامہؒ نے اپنی کتاب روضۃ الناظر میں متکلمین کا منہج و اسلوب اختیار کیا ہے۔ اس میں اصول ذکر کرنے کے بعد اس عقلی و منطقی دلائل پیش کرتے ہیں اور ساتھ ہی نقلی بینات کا بھی ذکر کر دیتے ہیں اور پھر دلیل مخالف کا رد کرتے ہیں اور وجوہ تردید بیان کرتے ہیں۔ وہ خود لکھتے ہیں:

"فھذا کتاب نذکر فیه اصول الفقه و الاختلاف فیه و دلیل کل قول علی المختار و نبین من ذلك ما نرتضیه و نجیب علی من خالفنا فیه۔"[10]

"اس کتاب میں ہم فقہ کے اصول اور اس میں پائے جانے والے اختلافات اور ہر قول کی عمدہ دلیل ذکر کریں گے۔ اور ساتھ ہی اس موقف کو واضح کریں گے جو ہمارے نزدیک قابل ترجیح ہوگا اور دلیل مخالف کی کمزوری بھی بیان کر دیں گے۔"

اصول فقہ کا مقارنہ:

اس کتاب کی بڑی خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں اصول فقہ کا مقارنہ اور تقابل کیا گیا ہے۔ جس طرح فاضل مؤلف نے المغنی میں فقہ مقارن ذکر کی اسی طرح الروضۃ میں مقرن اصول فقہ ذکر کیے تاہم نکتہ ارتکاز مذہب حنابلہ اور حنبلی اصول فقہ ہے۔ حنبلی مسلک ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ دوسرے مسالک کو بھی بیان کر دیتے ہیں۔ اور آخر میں قابل ترجیح مسلک کو "وَلَنَا" کے ساتھ نقل کر دیتے ہیں۔

اسلوب غزالی کی جھلک

امام غزالیؒ نے اصول فقہ پر "المستصفی من علم الاصول" کے نام سے بیش قیمت کتاب لکھی۔ اس میں اصول اجتہاد یا ادلہ احکام کی ترتیب دیگر اہل علم سے مختلف ذکر کی۔ یعنی کتاب وسنت کے بعد اجماع اور پھر دلیل عقلی اور اس کے بعد استحسان، مصالح مرسلہ وغیرہ اور آخر میں قیاس وغیرہ کا ذکر کیا۔ یہی اسلوب امام ابن قدامہ نے الروضۃ میں اختیار کیا۔ تاہم الروضۃ میں علماء حنابلہ کی آراء بکثرت ہیں جو المستصفی میں نہیں ملتیں۔

اس کے علاوہ انھوں نے ذیلی عناوین کے تحت کئی پہلو سے اضافہ کیا ہے۔ امام ابن قدامہ نے اگرچہ امام غزالی کا منہج اختیار کیا ہے۔ تاہم مباحث اور فصول کی ترتیب اور مسائل کی ترجیح میں ان سے اختلاف بھی کیا ہے۔

اصول فقہ کا جامع اختصار:

الروضۃ لکھتے وقت امام یہ بات امام صاحب کے پیش نظر تھی کہ کتاب زیادہ ضخیم نہ ہو بلکہ اختصار ملحوظ رہے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے تکرار سے بھی گریز کیا ہے اور عکس مسئلہ کے بیان سے بھی۔ مثلاً احکام امر ذکر کرنے کے بعد احکام نہی ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اعلم ان ما ذکرناہ من الاوامر تتضح بہ احکام النواھی اذ لکل مسألۃ من الاوامر وزان من النواھی وعلی العکس فلا حجۃ الی التکرار الا فی الیسیر" [11]

بعض اوقات کلام غزالی کا انتہائی اختصار کرتے ہوئے صرف لب لباب پر اکتفا کر لیتے ہیں۔ مثلاً شریعت آنے سے پہلے کے افعال واحکام بارے لکھتے ہیں:

"العقل لا دخل لہ فی الحظر و الاباحۃ۔۔ وانما تثبت الاحکام بالسمع"

"کسی چیز کو جائز یا ناجائز قرار دینے میں عقل کا کوئی کردار نہیں۔۔۔ احکامات نقل و سماع سے طے پاتے ہیں۔" پھر لکھا:

"وما سکت عنہ فھو مما عفا عنہ"[12]

یعنی شریعت جس چیز بارے خاموش رہے وہ جائز ہے اور احکام کا اثبات سماع پر موقوف ہے نہ کہ عقل و خرد پر۔ لہذا عقل محض کے ذریعے کسی امر کے شرعی طور پر اچھے یا برے ہونے کا فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔

حقیقت اختلاف کی وضاحت:

اس کتاب کی بڑی خصوصیت یہ بھی کہ امام صاحب کسی مسئلے میں اختلاف کے اسباب اور اختلاف کی حقیقت واضح کرنے ساتھ ساتھ بعض اوقات صرف راجح، مرجوح اور سبب ترجیح نقل کر دیتے ہیں، مثلاً واجب اور فرض کی مبحث ذکر کرے ہوئے لکھتے ہیں:

"والفرض ھو الواجب علی احدی الروایتین لاستواء حدھما وھو قول الشافعی۔"[13]

یعنی دو روایتوں میں سے ایک روایت یہ ہے کہ فرض اور واجب میں کوئی فرق نہیں اور یہ امام شافعیؒ کا بھی قول ہے۔

دوسرا قول ذکر کرتے ہیں کہ فرض واجب کی بنسبت زیادہ مؤکد ہے۔ اور ساتھ ہی اسے ترجیح دیتے ہوئے سبب ترجیح ذکر کر دیتے ہیں کہ لغوی طور پر فرض واجب سے زیادہ پر زور ہے۔ مزید بیان کرتے ہیں کہ واجب کی دو قسمیں ہیں:

1۔ مقطوع

جو دلیل قطعی سے ثابت ہو

2۔ مظنون

جو دلیل ظنی سے ثابت ہو پھر لکھتے ہیں کہ معنی و مفہوم کے ادراک دے بعد اصطلات کے الفاظ استعمال کرنے میں کوئی جھگڑا نہیں ہوا کرتا۔

"لا حجر في الاصطلاحات بعد فهم المعنی"[14]

راجح بات سے آغاز:

عمومی طور پر جب امام صاحب کسی مسئلے کا اختلاف بیان کرتے ہیں تو سب سے پہلے اس قول کو ذکر کرتے ہیں جو ان کے نزدیک راجح ہوتا ہے اور اس کے بعد دیگر اقوال ذکر کرتے ہیں اور ساتھ ہی ان کے دلائل اور پھر ان دلائل کی کمزوری بیان کرتے ہیں۔

آخر میں وہ ایسے دلائل پیش کرتے ہیں جو راجح قول کی تائید کرتے ہوں یا جن کی وجہ سے انھوں نے کسی قول کو ترجیح دی ہو۔

ترجیحی دلائل میں عموماً اہل لغت، قرآن، سنت، اجماع اور قیاس وغیرہ میں سے جو بھی میسر ہوں ذکر کردیتے ہیں۔ مرجوح قول یا مخالف رائے پر زبان طعن دراز نہیں کرتے خواہ اس کی کمزوری بالکل عیاں ہو۔ یہی وجہ ہے کہ معتزلہ، اہل ظاہر اور شیعہ حتی کہ یہود کے اقوال بھی ذکر کردیتے ہیں۔ جیسا کہ نسخ کے مسئلہ میں مانعین نسخ کی ایک دلایل ذکر کرے ہیں جو یہود کی جانب سے پیش کی جاتی ہے:

"انه يدل علی 'البدائ' فان يدل علی انه بدا له ما كان حكم به و ندم عليه۔" [15]

"نسخ بدا پر دلالت کرتا ہے اور بدا کا مطلب ہے کہ اس نے کسی بات کا حکم دینے کے بعد محسوس کیا کہ وہ غلط ہے اور ندامت کے ساتھ اسے واپس لے لیا۔"

حواشی و شروح:

ا۔البلبل فی اصول الفقہ۔ آٹھویں صدی ہجری کے مایہ ناز امام نجم الدین رحمہ اللہ نے روضۃ الناظر کا البلبل فی اصول الفقہ کے نام سے اختصار کیا جو کہ مطبع النور، الریاض نے ۱۳۸۳ھ میں شائع کیا۔

۲۔ امام نجم الدین نے اپنے اختصار کی خود ضخیم شرح بھی کی اور بہت سارے اجتہادی امور کا اضافہ فرمایا۔ معروف عصری سکالر ڈاکٹر عبداللہ بن عبدالمحسن نے اس شرح کی تحقیق کی جو کہ موسسۃ الرسالۃ کی طرف سے شائع ہو چکی ہے۔

۳۔ نزھۃ الخاطر العاطر۔ دمشق کے بیسویں صدی کے مشہور عالم شیخ عبدالقادر رحمہ اللہ نے بھی روضۃ الناظر کی شرح کی اور اس پر عمدہ تعلیقات کا اضافہ کیا اور اس کا نام نزھۃ الخاطر العاطر شرح روضۃ الناظر رکھا۔ یہ شرح دراصل روضۃ الناظر کی تسہیل ہے۔ یعنی اس میں دقیق مسائل کو واضح کر کے بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ شیخ عبدالقادر اپنی کتاب کے آغاز میں لکھتے ہیں کہ میں نے روضۃ الناظر پر تعلیقات اس لیے لگائی ہیں کہ قاری اس کتاب کے مطالب و مفاہیم کو بہتر طور پر جان سکے۔ واضح مقامات کو میں نے چھوڑ دیا ہے اور مشکل کی توضیح کی ہے۔[16]

۴۔ مذکرۃ اصول الفقہ۔ جدید دور کے مشہور عالم دین، مدینہ یونیورسٹی میں اصول فقہ کے استاذ، شیخ امین شنقیطی رحمہ اللہ نے طلباء کی سہولت کے لیے روضۃ الناظر پر کچھ تعلیقات رقم کیں اور اس کتاب کی تسہیل کی۔ آپ کی یہ تسہیل مذکرۃ اصول الفقہ کے نام سے مطبوع ہے۔

۵۔ ابن قدامۃ و آثارہ العلمیۃ۔ روضۃ الناظر پر ڈاکٹریٹ کا ایک مقالہ بھی لکھا گیا ہے۔ کنگ سعود یونیورسٹی ریاض میں ڈاکٹر عبدالعزیز بن عبدالرحمن نے یہ مقالہ بعنوان ابن قدامہ و آثارہ العلمیۃ ڈاکٹریٹ کی سند کے حصول کے لیے پیش کیا۔

۶۔ کنگ سعود یونیورسٹی کے استاذ ڈاکٹر عبدالکریم بن علی نے روضۃ الناظر کی تصحیح و تحقیق اور اس کے مختلف نسخہ جات کے تقابل پر کام کیا۔ ان کے اس وقیع کام کو مکتبۃ الرشد ریاض نے شائع کیا ہے۔

۷۔ امتاع العقول بروضۃ الاصول۔ شیخ عبدالقادر بن شیبۃ نے روضۃ الناظر کا اختصار کر کے اور بعض مقامات پر نئی ترتیب دے کر اپنی اس کتاب امتاع العقول بروضۃ الاصول کو روضۃ الناظر سمجھنے کے لیے بہت حد تک مددگار اور کارآمد بنایا ہے۔ یہ کتاب مختصر ہونے کے باوجود علمی اعتبار سے بیش قیمت ہے۔

۸۔ اتحاف ذوی البصائر بشرح روضۃ الناظر۔ کنگ سعود یونیورسٹی کے استاذ ڈاکٹر عبدالکریم بن علی النملۃ نے روضۃ الناظر کی قابل قدر شرح لکھی جس کا نام انھوں نے اتحاف ذوی البصائر بشرح روضۃ

الناظر رکھا۔ اس میں انھوں نے جہاں ضروری سمجھا، آراء اور دلائل میں اضافہ کیا اور مناقشے کے بعد راجح قول اور وجہ ترجیح کو بیان کیا۔ روضۃ الناظر کی شروحات میں سے سب سے اعلی اور بہترین شرح یہی سمجھی جاتی ہے۔

روضۃ الناظر پر ایک ناقدانہ نظر:

انسانی کام اور کلام کبھی بھی نقص سے مبرا نہیں ہو سکتا۔ اس میں ہمیشہ غلطی کا امکان اور بہتری کی گنجائش موجود رہتی ہے۔ بلکہ انسان جب اپنے ہی کیے ہوئے کام کو دوبارہ دیکھتا ہے تو خود ہی اس میں کئی خامیاں نکال ڈالتا ہے۔ بلاشبہ روضۃ الناظر اصول فقہ کے فن میں انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے۔ مگر اس کے باوجود اس میں کچھ امور قابل غور ہیں۔ مثلاً

عدم ذکر تفصیل:

بعض اوقات امام صاحب عنوان قائم کر دیتے ہیں مگر اس کی تفصیل بیان نہیں کرتے۔ مثلاً ایک جگہ اس طرح عنوان قائم کیا کہ حکم کی حقیقت اور اقسام، مگر بعد میں اس بات کو ذکر نہیں کیا کہ حکم کی حقیقت کیا ہے اور نہ حکم کی تعریف ہی کی بلکہ حکم تکلیفی اور حکم وضعی یا واجب عینی اور واجب کفائی جیسی حکم کی اہم تقاسیم کو بھی ذکر نہیں کیا۔

عدم تصریح مذہب:

بعض اوقات امام صاحب مناظرانہ انداز پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اگر یہ کہا جائے تو اس کا جواب یہ کہ کہ اس اسلوب کے تحت امام صاحب مخالف موقف کے دلائل کا بھی ذکر کرتے ہیں اور ان کی تردید بھی کرتے ہیں مگر مخالف موقف کس کا ہے یا اس اس کی تفصیل کیا ہے، جاننے کے لیے مستصفی وغیرہ کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔

مشکل عبارات:

روضۃ الناظر کے اندر معلومات کا سمندر ہونے کے باوجود اس سے اس وقت استفادہ مشکل ہو جاتا ہے جب اس کی عبارات گنجلک اور مشکل ہوتی ہیں۔ اس کتاب ی عبارت مشکل ہونے کی وجوہ میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ امام صاحب مستصفی للغزالی کا اختصار کرتے ہوئے عبارت کے ایسے حصے کو حذف کر

دیتے ہیں جس پر فہم کلام کا بہت حد تک انحصار ہوتا ہے۔ اہل علم کے لیے تو اسے سمجھنا مشکل نہیں ہوتا مگر عامی اور مبتدی شخص کو ایسی جگہوں میں قدرے مشکل پیش آتی ہے۔ مثلاً

ایک جگہ ابن عمرؓ کا قول نقل کرتے ہیں:

"کنا نفاضل علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم فنقول ابوبکر و عمر و عثمان فیبلغ ذلك رسول الله صلی الله علیه وسلم فلا ینکره۔"

"ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں صحابہ کرام کے مابین درجات مقرر کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ ابو بکر، عمر، عثمان، علی۔ اور جب یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی تو آپ اس کا انکار نہ کرتے۔"

جبکہ اصل عبارت یوں ہے: فنقول خیر الناس بعد رسول الله صلی الله علیه وسلم ابوبکرؓ۔۔۔[17]

ایک اور مقام پر ابن عمرؓ کا قول لکھتے ہیں:

کنا نخابر اربعین سنة جبکہ اس عبارت سے مراد ہے کہ کنا نخابر علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم وبعده اربعین سنة حتی روی لنا رافع بن خدیج[18]

یہاں اور اس جیسے دیگر مقامات پر عبارت کے بعض حصے حذف ہونے کی بنا پر اسے سمجھنے میں دقت کا سامنا ہوتا ہے۔

آراء کی نسبت میں تساہل:

بعض اوقات آراء کو اہل مذہب کی طرف منسوب کرنے میں امام صاحب سے تساہل ہو جاتا ہے۔ مثلاً کفار، شریعت کے فروعی احکام کے مکلف ہیں یا نہیں؟ اس مسئلے میں امام صاحب لکھتے ہیں کہ اکثر اصحاب الرائے کا یہ موقف ہے کہ کفار منہیات شرع کے مکلف ہیں۔ حالانکہ امام زرکشی[19] نے اس کی نفی کی ہے۔ کشف الاسرار[20] اور فواتح الرحموت[21] میں بھی اصحاب الرائے کا موقف اس سے مختلف ہے۔ اگرچہ بعض اصحاب الرائے کا یہ موقف ہو بھی سکتا ہے مگر یہ ان کے اپنے ہاں میں شاذ ہے۔ ان کے ہاں صحیح موقف یہ ہے کہ کفار مطلقاً غیر مکلف ہیں۔ امام غزالیؒ لکھتے ہیں کہ ایک موقف

کے مطابق کفار اسی طرح احکام شرع کے مخاطب ہیں جس طرح بے وضو کو نماز کا حکم ہو۔ لکھتے ہیں کہ اہل رائے نے اس موقف کا انکار کیا ہے۔[22]

اہم رائے اور اہم موقف کے بیان میں تساہل:

امام صاحب بعض اوقات کسی مسئلے میں مختلف آراء کو ذکر کرتے ہیں اور ان کے دلائل بھی بیان کرتے ہیں مگر اہم موقف کے بیان بیں زہول ہو جاتا ہے اور وہ بیان ہونے سے رہ جاتا ہے۔ مثلاً امام صاحب اس مسئلے میں مختلف آراء اور دلائل بیان کرتے ہیں کہ امر تکرار کا مقتضی ہوتا ہے یا نہیں؟ دیے گئے حکم کے مطابق ایک دفعہ عمل کافی ہے یا بار بار اس کے مطابق عمل کرنا حکم کے تقاضے میں شامل ہے۔

اس مسئلے میں ایک اہم موقف جسے محقق علماء اصول نے ترجیح دی ہے یہاں روضۃ میں ذکر نہیں ہو سکا۔ وہ یہ ہے کہ جس کام کا حکم دیا گیا، اس کی ماہیت حاصل ہونی چاہئے خواہ ایک دفعہ کر لینے سے حاصل ہو یا زیادہ دفعہ کرنے سے۔ البتہ نہی کا تقاضا یہ ہے کہ اسے مستقل طور پر نہ کیا جائے۔

ان سب باتوں کے باوصف اس کتاب کی علمی قیمت وافادیت سے انکار نہیں۔ یہ اپنے موضوع پر انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے۔ اگرچہ اس کتاب کا اسلوب متاخرین علماء کے اسلوب جیسا نہیں مگر یہ اسالیب کا اختلاف ہے معانی اور مفاہیم کا نہیں۔

مصادر روضۃ:

کسی کتاب کی علمی قدر و قیمت اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ اس کتاب کے مصنف نے مسائل کی تحقیق میں کونسی کتب کو ملحوظ خاطر رکھا ہے۔ کیا اس نے اقوال و مسائل کو ان کے مصادر اصلی سے لیا یا ثانوی مصادر پر انحصار کیا۔ امام ابن قدامہؒ اگرچہ خود مستند عالم ہیں، ان کا بیان کر دینا ہی سند ہے تاہم روضۃ کے اسلوب اور اس کے مندرجات کو دیکھتے ہوئے اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں نے اسے لکھتے ہوئے زیادہ تر درج ذیل کتب کو اپنے سامنے رکھا اور اس کتاب کی ترتیب و تسوید میں بالعموم ان مصادر سے اخذ و استفادہ کیا۔

1۔ المستصفی للغزالی

اسلوب اختیار کرنے میں اکثر اس کتاب کو ملحوظ خاطر رکھا۔ بلکہ بادی النظر میں روضۃ الناظر، المستصفی کا اختصار محسوس ہوتا ہے۔ امام ابن قدامہؒ نے مندرجات، اقوال اور موقف بیان کرنے میں درج کتب سے استفادہ کیا۔ مگر ان کا تجزیہ کرنے، دلائل اور وجوہ و علل بیان کرنے میں خداداد صلاحیت و ذہانت سے کام لیا اور اکثر راجح موقف کی طرف اشارہ کر دیا۔

2۔العدۃ لابی یعلی   3۔المعتمد لابی الحسین البصری   4۔التمھید لابی الخطاب

رموز واصطلاحات کتاب:

تکرار اور طوالت سے بچنے کے لیے اکثر مصنفین رموز واصطلاحات کا استعمال کرتے ہیں۔ ان کی کتب کا صحیح فہم ان کے رموز و اصطلاحات سمجھنے پر موقوف ہوا کرتا ہے۔ ابن قدامہ رحمہ اللہ نے بھی اپنی کتاب میں یہ اسلوب اختیار کیا اور درج ذیل رموز واصطلاحات استعمال کیں۔ روضۃ کے صحیح فہم کے لیے، مطالعہ کتاب سے پہلے قاری کا انھیں پڑھنا اور سمجھنا ضروری ہے۔

1۔ قال امامنا

جب آپ قال امامنا کہیں تو اس سے حنبلی مذہب کے امام احمد بن حنبل مراد ہوتے ہیں۔

2۔ نص علیہ

ایسا موقف جس کے معنی و مفہوم میں امام احمدؒ نے صراحت کی ہو اور اس کے الفاظ واضح طور پر متعین نہ ہوں۔

3۔وعنہ

ایسا موقف جسے امام احمدؒ نے صراحت سے لفظاً بیان کیا ہو۔

4۔اوما الیہ

ایسا موقف جسے امام احمدؒ نے اشارتاً بیان کیا ہو۔

5۔ ظاہر کلام احمد

امام احمدؒ کا مشہور موقف اور مشہور کلام

6۔المذھب

اس سے مراد مسلک امام احمدؒ ہے۔

7۔ظاہر المذہب

کسی مسئلے میں ایک سے زیادہ آراء کا احتمال ہونے کے بعد حنبلی مسلک میں راجح موقف

8۔اللائق بالمذہب

ایسا موقف جو فقہ حنبلی کے اصول و قواعد کے موافق ہو۔

9۔الروایات،الروایتان،احدی الروایتین

ایسی آراء جو امام احمدؒ کی طرف منسوب ہوں چاہے اختلافی ہوں یا غیر اختلافی۔

10۔قال اصحابنا، بعض اصحابنا

اصحاب سے مراد متقدمین حنبلی علماء ہیں جو قاضی ابو یعلیؒ سے پہلے کے ہیں۔ علی الھندی، مقدمہ فی بیان المصطلاحات الفقھیۃ علی المذھب الحنبلی۔

11۔التخریج

اس سے مراد ایسا موقف ہے جسے امام احمدؒ نے صراحت سے بیان نہیں کیا مگر ان اقوال کی روشنی میں اسے مستنبط کیا گیا۔یعنی اگر امام احمدؒ سے یہ مسئلہ پوچھا جاتا تو ظن غالب یہ ہے کہ وہ اس کا جواب یوں فرماتے۔ بالفاظ دیگر آپ کے بیان کردہ حکم کو مشترکہ علت کی بنا پر، کسی دوسرے مسئلے میں منطبق کرنا تخریج ہے۔

12۔والاشبہ کذا

اس سے مراد حنبلی اصول وضوابط کے مطابق کسی مسئلے کا بہتر سے بہتر حل، جو کہ اصول کے زیادہ موافق و مطابق ہو۔

13۔الوجہ

اس سے مراد ایسا قول ہے جو امام احمدؒ کے علاوہ کسی دوسرے حنبلی عالم کا بیان کردہ ہو اور اس عالم نے اپنا قول یا موقف امام احمدؒ کے اقوال یا اشارات سے تخریج کیا ہو یا ان کی روشنی میں ترتیب دیا ہو۔

14۔الشافعی فی القدیم،الشافعی فی الجدید

قدیم سے مراد امام شافعیؒ کے ایسے فتوی جات یا اقوال ہیں جو انھوں مصر جانے سے پہلے عراق میں بیان کیے ہوں۔ اور جدید سے مراد، مصر جانے کے بعد کے اقوال و فتوی جات۔

15۔القاضی

اس سے مراد پانچویں صدی ہجری کے حنبلی عالم قاضی ابو یعلیؒ ہیں۔ ان کا مکمل نام محمد بن حسین بن محمد الحنبلی ہے۔ ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

16۔الواقفية، طائفة الواقفية

اس سے مراد کسی مسئلے میں توقف اختیار کرنے والے لوگ ہیں۔ یعنی ایسا قول موقف جو اس مسئلے میں توقف اختیار کرنے والے لوگوں نے اپنایا ہے۔

17۔ولنا

اس سے مراد مذہب حنبلی کی دلیل ہے۔ یعنی ابن قدامہؒ اس لفظ اور رمز کے بعد اپنے موقف کی دلیل نقل کرتے ہیں۔

18۔ووجہ الروایۃ کذا

اس سے مراد بھی کسی موقف یا روایت کی توجیہ اور دلیل بیان کرنا ہے۔

خلاصۂ بحث:

روضۃ الناظر قدیم طرز پر لکھی گئی اصول فقہ کی کتاب ہے۔ تاہم اس میں اصولی مباحث عمدہ ترتیب اور خوبصورت اسلوب میں بیان کیے گئے ہیں۔ بنیادی اور دقیق مسائل پر کافی حد تک جامع گفتگو کر دی گئی ہے۔ اس کتاب کی اہمیت کے پیش نظر مختلف جامعات اور یونیورسٹیز نے اسے داخل نصاب کیا ہے۔ اس کتاب پر ماضی میں بھی بہت کام ہوا اور ابھی بھی تسہیل و تشریح اور دیگر علمی پہلوؤں پر کام جاری ہے۔ اصول فقہ کے مبتدی و منتہی اور طلباء و اساتذہ ہر ایک کے لیے مفید و نافع کتاب ہے۔ بلکہ اہل علم کے لیے اس کتاب کا بالاستیعاب مطالعہ ضروری ہے۔ اس کتاب کے بغیر علوم اسلامیہ کی لائبریری گویا نامکمل اور تشنہ ہے۔

حوالہ جات وحواشی

[1] النساء4: 83

[2] الشوکانی، فتح القدیر، ج:1، ص:522

[3] ابن القیم، اعلام الموقعین، ج:1، ص:84

[4] الرازی، مناقب الشافعی، ص:57

[5] الذھبی، سیر اعلام النبلاء، ج:16، ص:150

[6] ذیل طبقات الحنابلۃ، ج:2، ص:133

[7] مرآۃ الزمان، ج:8، ص:628

[8] ابن العماد، شذرات الذھب فی اخبار من ذھب، دار ابن کثیر، دمشق، ج:7، ص:156 آپ کے حالات زندگی کی مزید تفصیل جاننے کے لیے دیکھیے العبر فی خبر من غبر للذھبی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ج:3، ص:182

[9] آپ کی ان کتب کا تذکرہ بروکلمان کی تاریخ الادب العربی (معرب)، امام ذھبی کی سیر اعلام النبلاء اور ابن العماد کی شذرات الذھب میں دیکھا جا سکتا ہے۔

[10] ابن قدامۃ، روضۃ الناظر وجنۃ المناظر، ج:1، ص:52

[11] نفس المصدر، ج:1، ص: 604

[12] نفس المصدر، ج:1، ص: 40

[13] ابن قدامۃ، روضۃ الناظر وجنۃ المناظر، ج:1، ص:52

[14] ابن قدامۃ، روضۃ الناظر وجنۃ المناظر، ج:1، ص:105

[15] نفس المصدر، ج:1، ص: 604

[16] عبد القادر، نزھۃ الخاطر العاطر، المعارف، الریاض، ج:1، ص:10

[17] الغزالی، محمد بن محمد، المستصفی فی علم الأصول، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ص:105

[18] الغزالی، محمد بن محمد، المستصفی فی علم الأصول، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ص:105

[19] الزرکشی، بدر الدین محمد بن عبد الله ، البحر المحیط فی أصول الفقه، دار الکتب العلمیة، بیروت، ج:11، ص:

[20] عبد العزیز بن أحمد، کشف الأسرار، دار الکتب العلمیة، بیروت، ج:1، ص:314

[21] السهالوی، محمد بن نظام الدین، فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت ، دار الکتب العلمیة، ج:1، ص:78

[22] الغزالی، محمد بن محمد، المستصفى فی علم الأصول، دار الکتب العلمیة، بیروت، ج:1، ص:304